اسلام کے فوجداری نظام کا ضابطۂ قسامت

(اور اس کا اطلاق و تطبیق)

☆۱ ڈاکٹر مشتاق احمد
☆۲ محمد عالم خان

The Qasama Doctrine of Islamic Criminal Law

The mashroom-growth like blind murder cases, have, now a days confused and perplexed the law-enforcing agencies___ the reason is that such murder-cases are taken in hand and tried to be dealt with the common criminal procedures__ The criminal in such a case leaving no clue thereto succeed in detracting the police. As a result the FIR is lodged against an anonymous 'accused' afterwards and the case is filed because of the non-availability of required proof. Contrary to the above Islam introduces the procedure of *Qasama*__ which literally means__ administring an oath__ which in juristic terminology applied to a way and process where some persons are held responsible in a blind murder for an oath in words, that; By Allah! Neither they have committed the murder nor they noticed the culprit. In case of refusal they are adjudicated for *Qisas* and for the payent of *Diyat* in vice versa.

Historically *Qasama* procedure is traced back to pre-Islamic tribal-law which were then, afterwards modified and re-enforced by the Prophet (SAW) and his Khulafa. With the exception of some minor juristic controversies regarding the structure and framework of *Qasama* procedure__ multitude of muslim jurists hold it a valid way for the adjudication of a blind-murder. It is with all regrets that-Islamic Ideological council (HC) despite its introduction of

☆۱ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، جامعۂ پشاور۔
☆۲ لیکچرر، شعبۂ اسلامیات، جامعۂ پشاور

a set of sectionized *Hudud, Ta'zirat* and *Qisas* wa diyat laws excluded the procedure of *Qasama* thereto. If the chapter of *Qasama* is sectionized and enforced, it may help in reducing the ratio of blind-murders.

پراسرار یا اندھے قتل کا مقدمہ تو اس لحاظ سے پولیس کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے کہ اس عنوان کے تحت وہ نامعلوم اور غیر نامزد ملزم کے خلاف مقدمہ قتل درج کر کے رسمی طور پر ضابطۂ کارروائی کے بعد مزید تعاقب و تفتیش سے چھٹکارا حاصل کر لیتی ہیں۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اس قسم کی وارداتِ قتل کی عدم تحقیق اور فائل بندی انسانی خون کے ضیاع اور سماج میں عدم تحفظ کے احساس کا سبب بھی بنتی ہے۔

عہد حاضر میں پراسرار قتل یا کسی نہر سے برآمد شدہ بوری بند لاش اور اندھے قتل کی دیگر تمام صورتیں جدید نظام فوجداریت اور محکمہ ہائے تفتیش جرائم کے لئے چیلنج بن گئی ہیں۔

پراسرار اور اندھے قتل کے فوجداری مقدمہ کو حتمی نتائج تک لے جانے میں دو اہم رکاوٹیں ہیں:۔

اولاً یہ کہ جدید نظام ہائے فوجداریت بشمول قانون تعزیرات ہند (IPC) و مابعد اور بعد از تقسیم ہند مجموعہ تعزیرات پاکستان (PPC) کے تحت اس قسم کے مقدمہ قتل کو نمٹانے کے لئے الگ اور جداگانہ ضابطۂ تفتیش متعارف نہیں ہے۔ نتیجۃً پولیس عام ضابطۂ فوجداری کو بروئے کار لاکر اندھے قتل کے مقدمہ کو بھی اس طرح نمٹاتی ہے۔ جس طرح وہ ان مقدمات کو نمٹاتی ہے جس میں مدعیان مقدمہ کی طرف سے نہ صرف ملزم کی نشاندھی کی جاتی ہے بلکہ ان کے پاس ملزم کے خلاف مطلوبہ شہادت بھی دستیاب ہوتی ہے۔ نتیجۃً اندھے قتل کے مقدمہ کے اندراج کے بعد پولیس جب عام ضابطۂ فوجداری کے تحت تفتیش کا آغاز کرتی ہے تو اگلے ہی مرحلے پر حسب اقرار جرم یا مطلوبہ شہادت کی عدم دستیابی کی وجہ سے انہیں ناکامی ہی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ عصر حاضر میں مجرموں نے ارتکاب جرائم کے نت نئے طریقے دریافت کئے ہیں

لیکن ہمارا تفتیشی نظام پرانے ڈگر ہی پر چل رہا ہے۔ تھانے کا محرر، CIA کے تفتیشی افسران اور عدالت کا پراسکیوٹراز روئے قانون تو کسی جرم پر سزا دہی کے لئے متعلقہ دفعات کے اطلاق وتطبیق کے تو ماہر ہوتے ہیں لیکن وہ جدید طریقہ ہائے تفتیش پر نہ تو عبور رکھتے ہیں اور نہ واقعاتِ مقدمہ سے مطلوبہ نتائج برآمد کر سکتے ہیں بلاشبہ آغاز جرم سے لے کر اختتام جرم کا درمیانی وقفہ ملزم کے خلاف اپنے اندر متعدد ایسی قرائن اور غیر ضمنی دلائل سموئے ہوئے ہوتا ہے جو جدید اصطلاح میں نشانی جرم Clue کی اصطلاح کے مترادف سمجھی جاتی ہیں۔ ان قرائن کے بارے میں یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ کوئی ایسی مرئی اور مادی عناصر ہیں کہ خود بخود ہی اپنے موجود ہونے کا ثبوت دیں۔ بلکہ یہ اپنی لطافت کے حوالے سے انتہائی باریک بینی کا مقتضی ہوتی ہیں کہ ایک تفتیشی اہل کار جائے واردات، طریقہ واردات اور حالات ماقبل اور مابعد از وارداتِ قتل سے جزئیہ انگیزی کی صورت میں برآمد شدہ جزئیات کو کیسے اور کس طرح استقصائی عمل سے گزارتا ہے۔ اور کس طرح وہ ان برآمد شدہ جزئیات کو باہم پروکر قرینہ قتل یا ضمنی دلیل کی شکل میں ڈھال لینا ہے۔

نظام تفتیش کی فرسودگی یا بالفاظِ دیگر جدید طریقہ ہائے تفتیش سے ناواقفیت کی بنا پر اندھے قتل کے معمہ کو لاینحل سمجھا جاتا ہے۔ جو پراسرار اور اندھے قتل کی وارداتوں میں بے تحاشا اضافے۔ Mashroom grouth کا موجب بن گیا ہے۔ روزانہ ہر اخبار میں دو خبریں لازماً ایسی ہوتی ہیں جو بتاتی ہیں۔ کہ فلاں نہر یا فلاں کھیت سے لاوارث لاش برآمد ہونے کے بعد پولیس نے نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کی۔ اس حوالے سے 20 جولائی 2008 کو روزنامہ آج میں راقم نے تھانہ شبقدر (چارسدہ) سے متعلق خبر پڑھی کہ کانگڑہ اور گونڈا کے درمیان پولیس کو ایک لاوارث مقتول ملا ہے تو راقم نے متعلقہ SHO کو فون کیا کہ ضابطہ کارروائی کا منہج کیا ہوگا۔ ان کا جواب یہی تھا کہ وہی جو عام وارداتِ قتل میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ (جبکہ عام ضابطہ کارروائی پراسرار قتل کی تلاش میں ساتھ نہیں چل سکتا)۔

جدید فوجداری قوانین کے برعکس اسلام کا فوجداری قانون پراسرار اور اندھے قتل کے

مقدمات کونمٹانے کے لئے عام ضابطۂ فوجداری کوحرکت میں نہیں لاتا۔ بلکہ اس کے تحت ایک الگ ضابطۂ فوجداری کے تحت اس قسم کے مقدمات کونمٹانے کی ہدایت دیتی ہے۔اس خاص طریقہ تفتیش کواسلامی قانون فوجداری کی اصطلاح میں ضابطۂ قسامت ☆ کہا جاتا ہے۔ ضابطۂ قسامت یا اس کے مترادف کسی بھی فوجداری اصطلاح کا تصور ووجود کسی بھی معاصر فوجداری قانون میں نہیں ملتا۔ اورجیسا کہ ذیلی نوٹ سے ثابت ہے ضابطۂ قسامت دو میں سے ایک نتیجے کولازماً برآمد کرتی ہے۔ یا تو بصورتِ گریز حلف قاتل کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور اس کے خلاف قانون فوجداری متحرک ہو جاتی ہے اور بعد از حلف مدعا علیھم کے ذمے دیت واجب ہو جاتی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ شریعت اسلامیہ حیاتِ انسانی کے تحفظ پر زیادہ زور دیتی ہے۔ اس لئے اندھے قتل کا مقدمہ اگر صرف اس بنا پر بند کیا جائے کہ مطلوبہ شہادت دستیاب نہیں تو نتیجۃً اس قسم کے واردات قتل میں اضافہ ہو جائے گا کیونکہ قاتل تو قانون کی بے چارگی سے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں (۱)۔ بلکہ اسلام کا قانون فوجداری ایسی صورت میں بھی دیت کا قائل ہے جب یوم جمعہ، عرفات اور دوران طواف یا دیگر اجتماعات میں بھگدڑ مچ جانے سے کوئی شخص قدموں کے نیچے کچلا گیا ہو (۲)۔ یہی رائے حضرت علیؓ نے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو دیتے ہوئے فرمایا: "یا أمير المؤمنين لايبطل دم امرئٍ مسلم، ان علمت قاتله وإلا فأعطه ديته من بيت المال"۔ ترجمہ: امیر المؤمنین! مسلمانوں کا خون رائیگاں نہیں جانا چاہیے اگر قاتل معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو بیت المال سے ان (ورثا) کو دیت دے دیں (۳)۔

واضح رہے ضابطۂ قسامت کے تحت مدعا علیھم کو قسم اس لئے دی جاتی ہے کہ بصورتِ قسم وہ قصاص کے مقدمے سے بچ جاتے ہیں جبکہ بعد از قسم ان سے دیت اس لئے وصول کی جاتی ہے

☆ ضابطۂ قسامت اندھے قتل کے اس خاص طریقہ تفتیش کے لئے بولا جاتا ہے جس کے تحت مدعا علیہ فریق کے پچاس افراد سے بایں قسم لیا جاتا کہ واللہ! نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ بصورت گریز حلف ان کے خلاف قتل موجب قصاص کا مقدمہ درج کیا جاتا ہے۔

کہ مقتول ان کے احاطۂ ملکیت میں پایا گیا ہوتا ہے۔ یہی نکتہ حضرت عمرؓ نے ضابطۂ قسامت کے تحت اندھے قتل کے مقدمہ کو نمٹاتے ہوئے مدعا علیھم سے کہا تھا کہ قسمیں تمھیں اس لئے دی گئیں کہ تمھاری جانیں قصاص سے محفوظ ہوں اور دیت تم سے اس لئے وصول کی گئی کہ مقتول تمھارے ہاں پایا گیا ہے (۳الف)۔

تاریخی اعتبار سے ضابطۂ قسامت قبل از اسلام کے عرب معاشرہ میں پہلی بار بطور قبائلی ضابطہ کے اس وقت متعارف ہوا جب بنو ہاشم کے ایک شخص کو قریش کے دوسرے قبیلے والوں نے قتل کیا تھا۔ قبل از اسلام عرب جہاں لوٹ مار ڈاکہ زنی اور قتل غیر کے خوگر تھے وہاں وہ بمشکل ہی اپنے آدمی کے خون کو رائیگاں جاتے دیکھ سکتے تھے۔

اس بات کے پیش نظر حضرت ابو طالب نے عام قبائلی تصادم کو روکنے کے لئے قاتل کے قبیلے کو تین آپشن دیتے ہوئے کہا: کہ یا تو مقتول کی دیت ادا کریں یا قاتل کو قصاص کے لئے پیش کریں یا تم میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ تم اور تمھارا قبیلہ اس کا قاتل نہیں ہے (۴)۔

فوجداریت کے ضوابط اور عمل تفتیش میں عموماً اس بات کو نوٹ کیا گیا ہے کہ اسلام نے عرب معاشرے کے متعدد قبائلی ضوابط اور قوانین کو بعد از اصلاحات وترامیم برقرار رکھا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ سول لاء کے مقابلے میں اسلام کے قانون فوجداری پر عرب معاشرہ کے قوانین کی چھاپ زیادہ نمایاں ہے مثلاً اسلام جرم سرقہ میں قطع ید، قتل عمد میں قصاص اور قتل خطاء میں برادری کے ذمے بار دیت لاگو کرتا ہے۔ مذکورہ سزائیں بنیادی طور پر عرب معاشرے میں رائج تھیں۔ لہٰذا قرآن کریم کے فوجداری نصوص کا مطالعہ کرنے والا ہی نتیجہ نکالتا ہے کہ فوجداریت کے حوالے سے قرآن کریم ایک مستقل قانون کے مقابلے میں زیادہ تر ایک ترمیمی ایکٹ ہے (۵) اسی نہج پر نبی کریم ﷺ نے بعد از اصلاحات، اضافات اور شرائط جدیدہ ضابطۂ قسامت کو بھی برقرار رکھا۔ چنانچہ امام شوکانیؒ نے سلیمان بن یسار کی روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے۔

"ان القسامه کانت فی الجاهلیة قسامة الدم فاقرها رسول الله ﷺ علی ما کانت علیه و قضی بها" (۶)۔

طریقہ قسامت عہد جاہلیت میں خون کے مقدمات میں جاری رہا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے برقرار رکھا اور اس کے تحت مقدمات نمٹائے۔

عہد نبوی ﷺ میں عبداللہ بن سہل یہودی علاقے خیبر میں مقتول پایا گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے ضابطۂ قسامت کے تحت مقدمہ کی کاروائی کی۔ تاہم مقدمہ میں رکاوٹ اس وقت پیش آئی جب عبداللہ بن سہل کے ورثاء نے کہا کہ ہم یہودیوں کی قسم کا اعتبار کیوں کریں یہ تو کافر ہیں۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن سہل کی دیت بیت المال سے ادا کی (۷)۔

عہد خلفاء میں بھی ضابطہ قسامت بابت قتل مجہول کو برقرار رکھا گیا۔ چنانچہ امام عبد الرازق اور امام ابن اَبی شیبہ نے امام شعبی کی روایت نقل کی ہے کہ عہد فاروقیؓ میں بنو دواعہ اور بنو شاکر کے دو قبائل کے درمیان ایک لاش ملی۔ خلیفہ نے دونوں قبائل کے درمیان فاصلے کو ناپا۔ تو مقتول بنو وداعہ کے حدود میں پڑا ثابت ہوا۔ حضرت عمرؓ نے بنو وداعہ کے پچاس افراد سے علیحدہ علیحدہ بایں طور پر قسم لیا۔ کہ بخدا نہ میں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ میں اس کے قاتل کو جانتا ہوں۔ بعد ازاں خلیفہ نے ان پر دیت عائد کی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں کہا گیا بنو وداعہ نے شکایت کی کہ ہمیں مال بھی دینا پڑا اور قسمیں بھی کھانی پڑیں۔ خلیفہ نے کہا قسمیں تم سے اس لئے لی گئیں کہ خود تمھارا خون بچ جائے اور مال اس لئے وصول کیا گیا کہ مقتول تمھارے علاقے میں پایا گیا ہے (۸)۔

بارِ حلف:

ضابطہ قسامت کے تحت بارِ حلف کی ذمہ داری فقہاء کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ اس ضمن

میں مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کا کہنا ہے کہ از روئے نص بارِ حلف مدعیان خون کے ذمے ڈالا جائے گا۔ کیونکہ قسامت کے تحت بارِ حلف اثباتِ جرم کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے یہ بمنزلہ شہادت ہے لہٰذا اس کی ذمہ داری مدعی خون پر ہوگی (۸الف) اگر وہ قسم سے انکار کریں تو حسب ضابطہ بار قسم مدعا علیھم کے ذمے عائد ہوگا۔

وہ نبی کریم ﷺ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ ضابطۂ قسامت کے تحت آپ ﷺ نے عبداللہ بن سہل کے اندھے قتل کا مقدمہ نمٹاتے ہوئے مدعیان قتل سے دریافت کیا تھا(۹)۔

"أتحلفون خمسين يميناً منكم و تستحقون دم صاحبكم"۔

ترجمہ: کیا تم میں پچاس آدمی قسم اثباتِ خون پر قسم کھا کر مقتول کے خون کے بدل کا استحقاق حاصل کرنا چاہتے ہیں

یہی امام ربیع اور امام ابواللیث کی بھی رائے ہے(۱۰)۔

دوسری جگہ آپ ﷺ کے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں:

يقسم خمسون منكم على رجل منهم فيدفع برمته(۱۱)۔

"تم سے پچاس آدمی اگر مدعا علیھم کے کسی ایک آدمی کے خلاف قسم کھائیں تو قاتل کو تمھارے سپرد کیا جاسکتا ہے"۔

احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

تم قاتل کا نام بتاؤ اور تمہارے پچاس آدمی قسم کھائیں تو ہم قاتل کو تمہارے سپرد کریں گے(۱۲)۔

ان فقہاء کا یہ بھی کہنا ہے کہ بعد از عہد نبوی ﷺ اس بات پر لاتعداد صحابہ کرامؓ اور فقہاء کا اجماع رہا ہے۔ اور کسی کا اس پر اختلاف نہیں رہا ہے۔ کہ بارِ حلف ورثاء کے ذمے ہے(۱۳)۔

اس کے بعد انہوں نے قبیلہ حاطب بن ابی بلتعۃ کے ایک شخص کے اندھے قتل کی مثال دی

ہے۔جس کا دعویٰ آل حاطب نے صہیب پر کیا تھا۔ جب مقدمہ عبدالملک بن مروان کے سامنے آیا تو انہوں نے صحابہ کرامؓ کے مجمعے میں بارِحلف آل حاطب کے ذمہ ڈالا۔عبدالملک کے اس فیصلے پر امام عروہ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا "انہ قد اصیب فیہ الحق "۔یعنی عبدالملک بن مروان اس فیصلے میں حق کو پا گئے ہیں (۱۴)۔

انہوں نے سعید بن میسّب کی اس روایت کو بھی نقل کیا ہے۔

مضت السنة فی القسامة أن یحلف خمسون رجلاً خمسین یمیناً فان نکل واحد منهم لم یعطوالدم(۱۵)۔

ترجمہ: قسامت میں طریقہ یہی رہا ہے کہ پچاس افراد علیحدہ علیحدہ پچاس قسمیں کھائیں گے اگران میں سے کوئی ایک بھی قسم سے گریز کرے تو کوئی بھی دعویٰ کا حقدار نہیں ہوگا۔

انہوں نے عمرو بن شعیب کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے جو انہوں نے اپنے باپ سے بایں الفاظ نقل کی ہے۔

"ان رسول الله ﷺ قال: البینة علی من ادعیٰ والیمین علی من انکر الا فی القسامة" (۱۶)۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بارِثبوت دعویٰ کرنے والے اور بارِقسم انکار کرنے والے کے ذمے ہے ماسوائے قسامت کے (کہ وہاں بارِقسم مدعی کے ذمے ڈالی جاتی ہے)

امام مالک جو مذکورہ فقہی مکتب کے امام ہیں، انہوں نے بھی قسامت میں بارِقسم کا مدعی کے ذمے ہونے پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسی پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔کہ قسامت میں قسم کا مطالبہ ورثائے مقتول سے کیا جائے گا(۱۷)۔آگے جا کر امام مالک نے اپنی مشہور زمانہ مجموعہ حدیث کتاب المؤطا میں فرمایا ہے:

"و تلك السنة التی لا اختلاف فیها عندنا والذی لم یزل علیها عمل

الناس ان المبدئین بالقسامة اهل الدم --- و قد بدأ رسول الله ﷺ بالحارثیین فی قتل صاحبهم الذی قتل بخیبر (۱۷)۔

ترجمہ: ہمارے ہاں یہی وہ غیر مختلف فیھا سنت چلی آ رہی ہے اور یہی وہ بات ہے جس پر لوگوں کا تعامل جاری ہے کہ قسامت میں قسم کا آغاز کرنے والے ورثائے دم ہی ہیں۔ اور خود رسول اللہ ﷺ نے بنو حارثہ سے قسم کا آغاز کیا تھا۔ جب ان کا بندہ خیبر میں قتل ہو چکا تھا۔

ان فقہاء کا یہ بھی موقف ہے کہ قسامت میں مدعی کے دعوی کے ساتھ لوث ☆ ملحق ہو کر اس کے دعویٰ کے صدق پر ایک ضمنی دلیل بن جاتی ہے کہ قسامت میں لوث کو کلیدی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جو دعویٰ کے ساتھ ملحق ہو کر اس کو مضبوط تر بناتی ہے۔ لہٰذا اس قاعدے کے تحت: ان الیمین انما تکون علی من یشهد له الظاهر۔ کہ جس شخص کا دعویٰ بہ وجہ قرائن ظاہرہ مضبوط ہو تو اس کا قول بعد از قسم قابل اعتبار ہوگا، بارحلف مدعیان قتل کے ذمے عائد ہوگا اور حسب

☆ لغوی اعتبار سے لوث ''کمزوری'' کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ لیکن فقہاء کی اصطلاح میں یہ کسی ایسے امر کے لئے بولا جاتا ہے جس سے مدعی کی سچائی اور صداقت پر گمان غالب حاصل ہو۔ وفی الاصطلا ج : امر ینشأ عنه غلبة الظن بصدق المدعی : لسان العرب "لوث" یا اللوث قرینة تثیر الظن و توقع فی القلب صدق المدعی۔ (روضة الطالبین۔ 10:10)

ضابطۂ قسامت کے حوالے سے، جیسا کہ حنبلی فقہاء نے کہا ہے، لوث ظاہری عداوت پر مبنی ہوتا ہے: انه العداوة الظاهرة بین المقتول و المدعی علیه۔ یا مقتول کا دشمن کے محلے میں پایا جانا یا جائے واردات پر گرد و نواح میں ملزم کا آلہ جارحیت کے سمیت گرفتار ہونا یا کچھ لوگوں کا واردات سے قبل مقتول کا دیکھا جانا۔ واضح رہے کہ جدید تفتیشی طریقہ کار کے تحت پولیس کے نگاہوں میں وہ شخص خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے جس کو مقتول کے ساتھ آخری بار دیکھا گیا ہو: جدید تفتیشی اصطلاح میں ''لوث'' کیلئے نشانیٔ واردات Clue کی اصطلاح بھی مستعمل ہے۔ انگریزی میں Clue کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

Clue: A slight indication or evidence that help to solve a problem

یعنی کوئی ایسی بات جو اس بات کی غمازی کرے کہ فلاں شخص کے خلاف دعویٰ قتل حقیت یا ظن غالب پر مبنی ہے۔

دعویٰ مقدمہ کا فیصلہ ہوگا(۱۹)۔

اس کے برعکس حنفی فقہاء نے ضابطہ قسامت کے تحت بار قسم مدعا علیھم کے ذمے عائد کیا ہے یہی امام حسن بصری، امام شعبی، امام ابراہیم نخعی اور امام سفیان ثوری کی بھی رائے ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ضابطۂ قسامت کے تحت بار حلف کا طریقہ برائے اثباتِ جرم خلاف مدعا علیہ نہیں۔ کہ بطور بینہ مدعی کے ذمہ واجب ہو۔ بلکہ دلیل نفی ہے جس کے ذریعے مدعا علیہ دعویٰ قتل کے خلاف اپنا دفاع کرتا ہے(۲۰)۔ انہوں نے ضابطۂ فوجداری و دیوانی کے اس کلیدی قاعدہ کو بھی بطور دلیل پیش کیا ہے۔ کہ بار ثبوت مدعی اور بار قسم مدعا علیہ کے ذمے ہوتا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے تین احادیث پیش کی ہیں۔ ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان الیمین علی المدعی علیه ۔ یعنی بار قسم مدعا علیہ پر ہے۔ دوسری حدیث میں آپ ﷺ ایک مدعی کو فرماتے ہیں: شاھداك او یمینه ۔ یا تم گواہ لاؤ یا (مدعا علیہ) قسم کھائے گا۔ تیسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه ۔ بار ثبوت مدعی اور بار قسم ان شخص کے ذمے ہے جو متعلقہ دعویٰ سے انکاری ہو۔ اول الذکر دو روایات کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے(۲۱)۔ جبکہ ثالث الذکر حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے(۲۲)۔ انہوں نے کہا ہے کہ نص کی بنیاد پر وضع شدہ مذکورہ بالا قاعدہ قسامت کے مقدمات میں بھی لاگو ہوگا۔ انہوں نے مذکورہ جمہور فقہاء کے اس موقف کہ عمرو بن شعیب کی روایت کی رو سے قسامت کے مقدمے میں اس عام قاعدہ کو بروئے کار نہیں لایا جائے گا۔ کہ بار ثبوت مدعی اور بار قسم مدعا علیہ کے ذمے ہوگا، کہا ہے کہ مذکورہ حدیث غیر صحیح ہے اور ان کثیر التعداد روایات کے ساتھ متعارض بھی ہے جو ضابطۂ قسامت میں بار قسم مدعا علیہ کے ذمے عائد کرتی ہیں(۲۳)۔

آگے جا کر انہوں نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سہل کے مقدمہ قسامت کی روایت امام بخاری نے سعید بن عبید سے بھی کی ہے اس روایت کی رو سے نبی کریم ﷺ نے مدعیان خون سے بار قسم کا

نہیں بلکہ بارِ ثبوت کا مطالبہ کیا تھا۔ اس روایت کے تحت آپ ﷺ کے الفاظ یہ ہیں:

تأتونی بالبینه علی من قتله قالوا ما لنا ببینة قال فیحلفون[۲۴]۔

ترجمہ: ”قتل کرنے والے کے خلاف ثبوت پیش کرو۔ انہوں نے کہا ہمارے پاس ثبوت موجود نہیں آپ نے فرمایا۔ پھر یہ مدعا علیہم پہ قسم کھائیں“۔

امام بخاری نے اسی واقعہ کو ابو قلابہ کی روایت سے بھی نقل کیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے:

فارسل الی الیهود۔ فدعا هم فقال اترضون نفل خمسین من الیهود ما قتلوه قالوا ما یبالون ان یقتلونا اجمعین ثم ینفلون قال افتستحقون الدیة بایمان خمسین منکم[۲۵]۔

ترجمہ: ”آپ نے یہود کے پاس آدمی بھیج کر انہیں بلایا اور انصار سے کہا کیا تم یہود میں سے پچاس آدمیوں کے اس قسم پر، کہ انہوں نے مقتول کو قتل نہیں کیا ہے راضی ہو۔ انہوں نے کہا۔ ان کا کیا اعتبار۔ وہ تو ہم سب کو قتل کر کے نفی قتل پر قسم کھا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم خود (مدعا علیہ کے خلاف) پچاس آدمیوں کی قسم کے نتیجے میں دیت کے مقدار بننا چاہتے ہو؟“

اسی واقعہ کو امام ابو داؤد نے ابن رفاعہ کی روایت سے نقل کیا ہے جس کی رو سے نبی کریم ﷺ نے مدعیان سے بایں الفاظ استفسار فرمایا تھا:

لکم شاهدان لیشهدا علی قتل صاحبکم قال : فاختاروا منهم خمسین[۲۶]۔

ترجمہ: ”کیا تمہارے پاس دو ایسے گواہ موجود ہیں جو آپ کے ساتھی کے قتل پر گواہی دیں۔ رواوی کہتے ہیں کہ (گواہوں کی عدم دستیابی کے نتیجے میں) انہوں نے پچاس افراد کا انتخاب کیا“۔

امام عبدالرزاق نے امام زہری کی سند سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے جس میں کہا گیا ہے: ان النبی ﷺ قال للیهود و بدأ بهم یحلف منکم خمسون رجلاً فأبوا فقال

للانصار استحقوا(۲۷)۔

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے یہود سے آغاز کیا اور فرمایا تم میں سے پچاس آدمی قسم کھائیں انہوں نے انکار کیا پھر آپؐ نے انصار سے کہا کہ بذریعہ قسم حقِ خون ثابت کرو''۔

امام عبدالرزاق اسی واقعہ کو ابن جریج سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ان النبی ﷺ بدأ بالیھود فأبوا ان یحلفوا فردّ القسامة علی الانصار(۲۸)۔

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے یہود سے قسم کا آغاز کیا انہوں نے حلف سے انکار کیا تو آپ نے ضابطۂ قسامت انصار کی طرف لوٹا دیا''۔

خود امام بیہقی نے کلبی کی سند سے مذکورہ واقعہ نقل کرتے ہوئے کہا ہے فأخذ منھم خمسین رجلا من خیارھم فاستحلفھم(۲۹)۔

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے ان (یہود) میں سے پچاس آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان سے حلف کا مطالبہ کیا''۔

امام دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بنووداعہ اور بنوأرحب کے درمیانی علاقے میں مقتول پائے جانے کی اطلاع ملنے پر کہا کہ بنووداعہ کے پچاس آدمی ایام حج میں آکر قسم کھائیں کہ نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا پتہ ہے(۳۰)۔ خود امام بخاری نے کتاب القسامۃ کے تحت ہی اشعث بن قیس کی اس روایت کو سرفہرست بیان کیا ہے کہ:

قال النبی ﷺ شاھداك أو یمینه(۳۱)۔

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یا تو تم گواہ پیش کرو گے یا وہ قسم کھائے گا''۔

مذکورہ بالا روایات اور فقہی قاعدہ سے استدلال کرتے ہوئے حنفی فقہاء کہتے ہیں کہ قسامت کا ضابطۂ اثبات جرم خلاف مدعی علیہ کے لئے نہیں بلکہ اس لئے مشروع کیا گیا ہے کہ مدعا علیہ دعویٰ قتل کے خلاف اپنا دفاع کرے اور اس کو غیر صحیح ثابت کرے۔ اس حوالے سے ان کے

نزدیک ضابطۂ قسامت اور دیگر جرائم کے تحت دائر شدہ دعویٰ میں کوئی فرق نہیں اور جیسا کہ عام دعویٰ کو بارثبوت بذمۃ مدعی اور بار حلف بذمۃ مدعا علیہ کے قاعدہ کے تحت نمٹایا جاتا ہے اسی طرح مقدمہ قسامت کے دعویٰ کو بھی اسی قاعدہ کے تحت نمٹایا جائے گا۔

اجرائے قسامت:

ضابطہ قسامت کے اجراء کو فقہاء نے چند بنیادی شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

اولاً: یہ کہ فقہاء کے نزدیک برآمد شدہ لاش پر ایسی نشانیاں اور آثار موجود ہوں جو اس کے طبعی موت مرنے کے بجائے اس بات پر دلالت کرتی ہوں کہ میت کی موت انسانی فعل کے نتیجے میں واقع ہوئی ہے۔ جیسے خون کا نکلنا، تلوار یا گولی، گلا گھونٹنے یا شدید ضرب کے نشانات یا آنکھوں، کان، منہ سے خون کا نکلنا یا کوئی ایسا قتل جس کو انسانی فعل کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہو۔

تاہم مدعا علیھم اگر آثار قتل کی تردید کر کے میت کے طبعی موت مرنے کا دعویٰ کر رہے ہوں تو اس صورت میں مدعیان خون کو بذریعہ قسم ثابت کرنا ہوگا کہ میت کو ایسے طریقے سے قتل کیا گیا ہے جو اپنا اثر نہیں چھوڑتی (۳۲)۔ بہر حال فقہاء کے نزدیک اگر جہاں ضابطہ قسامت قتل کے مقدمہ میں جاری کیا جاتا ہے وہاں مقتول سے مراد کوئی ایسی لاش ہے جس پر قتل کے آثار موجود ہوں اور اگر آثار ایسے ہوں جن کی نفی پر مدعا علیہ کو سنا جاسکتا ہو تو اس صورت میں مدعیان خون بار قسم کے ذریعے قتل کو ثابت کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس ضمن میں یہ بھی واضح رہے کہ کچھ فقہاء جیسے امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور حنفی فقہاء میں قاضی ابو یوسف کے نزدیک وجوب قسامت کے لئے موت فی الفور بعد از جرح ضروری ہے۔ یعنی ان کے نزدیک اگر کسی مقام پر کسی شخص کو کاری ضرب لگائی گئی اور اسے گھر منتقل کیا گیا اور اسے افاقہ ہوا اور بعد ازاں اس کی موت واقع ہوئی تو اس صورت میں قسامت نہیں ہوگی۔ کیونکہ فوجداریت کے قاعدہ کے تحت ضرب اور قتل میں تسلسل کا پایا جانا لازمی ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں جائے واردات کی طرف صرف جرح کو منسوب کیا جاسکے گا قتل

کو نہیں۔ جبکہ جروح میں قسامت واجب نہیں۔ الا یہ کہ بعداز جرم مجروح بلا افاقہ مسلسل صاحب فراش رہ کر مرا تو اس صورت میں سرایتِ زخم کو قتل کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔ گویا مضروب کی موت جائے واردات ہی پر واقع ہوئی ہے لہٰذا قسامت واجب ہوگی (۳۳)۔

اس کے برعکس مالکی فقہاء کے نزدیک بعداز جرح مقتول کے افاقہ کے باوجود اس کے قتل کو جائے واردات کی طرف منسوب کرتے ہیں بشرطیکہ مدعیان کے پاس شہادت علی الجرح موجود ہو اور وہ دعویٰ کر رہے ہوں کہ قتل مذکورہ ضرب کے نتیجے میں واقع ہوا ہے۔ تو مدعا علیہ کے خلاف قسامت واجب ہوگی (۳۴)۔ گویا مالکی فقہاء کے ہاں صرف ایصال جرح کافی نہیں بلکہ موت بہ سبب جرح کو ثابت کرنا بھی ضروری ہے۔ جبکہ حنفی فقہاء بعداز افاقہ کی موت کے مقدمہ پر ضابطہ قسامت کا اطلاق نہیں کرتے اور اس قسم کے مقدمہ قتل کو مقدمات قتل کے عام ضابطہ کے تحت نمٹانے کی رائے دیتے ہیں ☆۔

فقہاء کے نزدیک اجرائے قسامت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جائے واردات کسی شخص یا قبیلے یا قوم کی ملکیت ہو اور عادتاً عام لوگوں کو وہاں داخل ہونے یا وہاں سے گزرنے کی اجازت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن سہل کے قتل میں یہود کو فریق بنایا کہ لاش یہود کے مخصوص علاقے سے برآمد ہوئی تھی۔ اس کے برعکس اگر لاش کسی غیر ملکیتی صحرا یا کسی غیر ممنوعہ علاقے سے برآمد ہو تو اس صورت میں ضابطۂ قسامت کو متحرک نہیں کیا جا سکے گا الا یہ کہ دور افتادہ صحرا کے قریب کوئی آبادی اتنے فاصلے پر موجود ہو جہاں چیخنے چلانے کی آواز پہنچ سکتی ہو تو اس صورت میں بار قسامت اسی قریبی گاؤں پر ہوگی (۳۵)۔ گو مالکی فقہاء کے نزدیک کسی علاقے میں لاش کا پایا

☆ جدید طبی اور قانونی اصطلاح میں موت بعداز ضرب Medico-legal Case کہلاتا ہے۔ جس کے تحت ماہرین طب جدید طبی ذرائع سے سبب قتل سے متعلق اپنی رائے دیتے ہیں اور طبی رپورٹ کی بنیاد پر اس قسم کا مقدمہ آگے بڑھایا جاتا ہے۔ لہٰذا قتل بعداز ضرب کی صورت میں فقہی آراء کے تبادلہ کی بجائے Medico-Legal Report پر ہی انحصار کافی ہے۔

جانا لازماً اس علاقے کے خلاف قتل کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ کوئی بھی قاتل لاش کو ایسی جگہ نہیں چھوڑتا جو اس کے خلاف قتل کی دلیل ثابت ہو ماسوائے اس کے کہ مقتول اور متعلقہ علاقے والوں کے درمیان عداوت موجود ہو۔ تو اس صورت میں یہ بطور لوث ان کے خلاف قتل کی دلیل ہوگی۔ واضح رہے کہ یہ نکتہ فقہاء کے درمیان محل اختلاف ہے۔ جب ہم ممنوعہ علاقے کا لفظ کہتے ہیں تو اس کے تحت عام بازار، شاہراہیں اور عام تجارتی و غیر تجارتی ادارے اس تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں۔ یہی شافعی فقہاء کی رائے ہے۔ دیگر فقہاء اور خود فقہائے شافعیہ میں سے امام نوویؒ قسامت کے لئے علاقے کا دیگر لوگوں کے لئے غیر ممنوعہ ہونا بطور شرط نہیں رکھتے (۳۵الف)۔

مذکورہ آراء کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرائے قسامت کے لئے دو شرائط میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ اولاً اس کا ملکیتی ہونا۔ ثانیاً آبادی کے قریب ہونا۔

اس ضمن میں یہ واضح رہے کہ ایک تو مغلیہ اور بعد ازاں سرکار برطانیہ کے دوران اراضی ہند کو بندوبستی عمل سے گزارا گیا ہے۔ لہٰذا آج کسی اراضی کے صحرا ہونے یا غیر ملکیتی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

جبکہ ریونیو اور پولیس ریکارڈ بابت تحدید علاقہ کے سہارے قتل کی ذمہ داری کا یقین کیا جا سکتا ہے۔ بایں ہمہ قسامت کے ضمن میں شرط ملکیت کے مقابلے میں شرط قرب کا رکھنا زیادہ بہتر ہوگا۔ اس ضمن میں خود مالکی فقہاء نے کہا ہے کہ صحرا کا مالک اگر غیر معلوم ہو یا دور افتادہ علاقے میں رہتا ہو تو اس صورت میں ان لوگوں کے ذمے قسامت واجب ہوگی جو جائے واردات سے اتنے فاصلے پر رہتے ہوں کہ کسی شخص کی چیخ و پکار کی آواز ان تک پہنچ سکتی ہو (۳۶)۔ اور اگر قریب کوئی گاؤں نہ ہو اور زمین کا مالک بھی دور افتادہ علاقے میں رہتا ہو کہ عملاً اس خطے کی نگرانی اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس صورت میں سرکار ہی مدعا علیہ ہوگی کہ وہ لوگوں کی کمزوری اور محدود وسائل کی وجہ سے ان کی جانوں اور املاک کی ذمہ دار ہے۔ اس صورت میں بار دیت سرکاری خزانے کے

ذمے ہوگی جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور بعد کے خلفاء کے تعامل سے ثابت ہے۔ واضح رہے کہ امام عبدالرزاق نے معمر کی سند سے زہری سے نقل کیا ہے کہ غیر ملکیتی اور دور افتادہ صحراؤں سے برآمد شدہ لاشوں میں دیت نہیں ہے الا یہ کہ اس کے قریب کوئی گاؤں ہو۔ تاہم اسی باب میں انہوں نے سفیان ثوری کی سند سے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ: أیما قتیل وجد بفلاۃ من الارض فدیته من بیت المال، لکیلا یبطل دم فی الاسلام۔

ترجمہ: صحرا سے برآمد شدہ لاش کی دیت بیت المال پر عائد ہوگی تا کہ اسلام میں کسی کا خون رائیگاں نہ ہو (۳۷الف)

ایک اور اہم مسئلہ جو قسامت کے ذیل میں فقہاء کے نزدیک مختلف فیہ ہے، اجرائے قسامت کے لئے قاتل کے تعین سے متعلق ہے۔ واضح رہے کہ حنفی فقہاء اور امام ابن حزم صرف اندھے قتل کی صورت میں ضابطۂ قسامت کو واجب قرار دیتے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک مدعیان خون اگر قاتل کی نشاندہی کرتے ہوں تو اس صورت میں عام ضابطۂ فوجداری کو بروئے کار لایا جائے گا (۳۸)۔ اس کے برعکس مالکی فقہاء اندھے قتل یا مقدمہ قتل بلا نشاندہی قاتل کی صورت میں قسامت کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک ضابطۂ قسامت صرف اس صورت میں مشروع ہے جب مدعیان خون کے پاس ملزم کے خلاف واردات جرم کی شہادت موجود ہو جبکہ بعد ازاں مجروح اسی جرح سے ہلاک ہوا ہو۔ یا مقتول نے حالتِ نزع میں خود ہی جارح کی نشاندہی کی ہو بشرطیکہ بیان نزع پر دو گواہ موجود ہوں یا مدعیان خون بلا بینہ کسی بھی شخص یا گروہ کے خلاف قتل کا دعویٰ کر رہے ہوں تو اس صورت میں ضابطۂ قسامت کو متحرک کیا جا سکتا ہے (۴۰)۔ حنبلی اور شافعی فقہاء کے نزدیک مقتول کے بیان نزع پر ضابطۂ قسامت واجب نہیں کیا جا سکتا (۴۱)۔ اسی طرح شافعیؒ کے نزدیک مبہم قاتل کی صورت میں قسامت تو واجب نہیں البتہ امام غزالیؒ کی رائے میں اگر مدعیان خون ایک مخصوص گروہ کے بارے میں کہے کہ قاتل ان میں کوئی ایک ہے تو اس صورت میں ضابطۂ قسامت پر عمل

ہوگا(۴۲)۔

البتہ فقہاء کے اختلاف کا تجزیہ یہی بتاتا ہے کہ مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک ضابطۂ قسامت یک گونہ ایک تیسرا ذریعہ اثبات ہے جو اقرار کی عدم موجودگی اور شہادت کی عدم دستیابی کی صورت میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ جبکہ حنفی فقہاء اور ابن حزم کے ہاں یہ ایک مستقل ضابطہ ہے جسے صرف اندھے قتل کی تفتیش کے لئے مشروع کیا گیا ہے۔ جبکہ غیر اندھے قتل کے مقدمے کو نمٹانے کے لئے عام فوجداری ضابطہ اور ذرائع اثبات موجود ہیں۔

البتہ پولیس کی نظروں میں وہ شخص اہم ہوتا ہے جسے آخری بار مقتول کے ساتھ دیکھا گیا ہو وہاں ضابطہ قسامت کے تحت بھی اس قسم کے شخص کی اہمیت سے صرف نظر نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ فقہاء کے نزدیک اس قسم کے شخص اور اس کی برادری کو ضابطہ قسامت کے لئے شامل تفتیش کرنا ضروری ہے۔ جسے آخری بار مقتول کے ساتھ دیکھا گیا ہو یا جسے جنگل یا درختوں کے جھنڈ یا کسی غیر آباد جگہ سے نکلتے ہوئے دیکھا گیا جہاں سے بعد میں لاش برآمد ہوئی (۴۳)۔

جدید تفتیشی ماہرین کی طرح فقہاء بھی اس نکتے کی تائید کرتے ہیں کہ تفتیش کی گاڑی شک کے پٹرول سے چلتی ہے۔ ان کے نزدیک تفتیشی آفیسر کے لئے یہ جائز ہے کہ چند لمحوں کے لئے کسی شخص کے خلاف اپنے شک کو یقین سے تعبیر کرکے اسے فوجداریت میں شامل تفتیش کرے۔ انہوں نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں محبوس کیا تھا بعد ازاں جب اس کے خلاف جرم ثابت نہ ہوا تو اسے رہا کر دیا گیا (۴۴)۔ نہ صرف یہ بلکہ امام ابن حزم دوران تفتیش ہلکی سزا کے بھی قائل ہیں بشرطیکہ قرائن تفتیشی محکمہ کے شک کی تائید کرتی ہوں (۴۵)۔

روزانہ کی اخباری رپورٹس کے مطابق درجنوں افراد ایسے اندھے قتل کا شکار ہوتے ہیں۔ جن کے قاتل نامعلوم ہوتے ہیں۔ جبکہ ہمارے محکمہ تفتیش جرائم کی زیادہ سے زیادہ دوڑ صرف نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ کے اندراج تک محدود ہوتی ہے۔ اس ضمن میں امام ابوحنیفہ اور ابن

حزم کی رائے کے مطابق قسامت اندھے قتل کے حادثات کی روک تھام میں لوگوں کی روش کو بہتر بنانے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ کیونکہ ایک بستی کے باشندوں کو اگر یہ علم ہو کہ کسی ایسے مقتول کی دیت ان کے گلے پڑے گی جس کے قاتل کا علم نہ ہو تو وہ کوشش کریں گے کہ کوئی مشتبہ آدمی ان کے بستی میں قیام نہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی بستی کے عادی مجرموں پر بھی کڑی نظر رکھیں گے۔ اور کسی کے پاس اگر اس قسم کی قتل کی کوئی معلومات ہوں گی تو وہ فوراً ذمہ دار محکمہ کی طرف خود ہی رجوع کریں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بستی والے خود ہی مجرم کو سمجھا بجھا کر اعترافِ جرم پر آمادہ کریں یا اسے بازو سے پکڑ کر سرکار کے حوالے کریں(۴۶)۔

اجرائے قسامت کیلئے ایک اور شرط جو فقہاء کے ہاں مختلف فیہ ہے، وہ مقتول کا مسلمان ہونا ہے واضح رہے کہ مالکی فقہاء اجرائے قسامت کے لئے مقتول کا مسلمان ہونا بطور شرط رکھتے ہیں۔ لہٰذا ان کے نزدیک غیر مسلم مقتول کے مقدمہ قتل میں قسامت نہیں ہوگی(۴۷)۔ جبکہ باقی فقہاء کے نزدیک اندھے قتل میں قسامت کا ضابطہ جاری ہوگا۔ قطع نظر اس سے کہ مقتول مسلم ہو یا ریاست کا غیر مسلم باشندہ ہو(۴۸)۔ مؤخر الذکر فقہاء نے کہا ہے کہ غیر مسلم شہریوں کا تحفظ ریاست کا فرض ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: من اذی ذمیا فانا خصمه یعنی جس نے غیر مسلم شہری کو تکلیف دی تو میں ہی اس کی طرف سے مدعی ہوں گا(۴۹)۔ حنفی اور حنبلی فقہاء نے خواتین اور غیر مکلّف افراد کو بار حلف سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک جس طرح فوجداریت میں عورتوں اور غیر مکلّف افراد کی شہادت مؤثر نہیں اسی طرح قسامت میں ان کا حلف بھی غیر مؤثر ہو گا(۵۰)۔ شافعی فقہاء کے ہاں قسامت میں جنس کو مدنظر نہیں رکھا جاتا لہٰذا بالغ مرد اور عورتیں سب بار حلف کے پابند ہوں گے(۵۱)۔

مالکی فقہاء صرف قتل خطاء کے مقدمہ میں عورتوں کی قسم کا اعتبار کرتے ہیں قتل عمد میں نہیں (۵۲)۔ اس ضمن میں یہ واضح رہنا چاہیے کہ قتل خطاء میں چونکہ سزا مال کی صورت میں دیت کی ادائیگی

ہے۔اس لئے اس میں عورتوں اور غیر مکلّف افراد کو فریق بنانا صحیح ہوگا کہ ان کے اموال سے وصول کیا جائے۔ یہاں یہ قاعدہ بھی زیر نظر رہے کہ اعذار شرعیہ جسمانی سزاؤں کو ساقط کرنے میں تو مؤثر ہیں لیکن مالی سزاؤں کو نہیں (۵۳)۔یا یہ کہ شبہ کوئی ایسی شے ہے جو سزا کو ساقط کرتی ہے لیکن تاوان کو واجب کرتی ہے (۵۴)۔لہٰذا قسامت میں بھی جنون یا صغر سنی کو بطور شبہ سامنے نہیں لایا جائے گا۔

فقہاء کے نزدیک یہ بات بھی مختلف فیہ ہے۔کہ ضابطۂ قسامت سزا کے حوالے سے کیا نتیجہ برآمد کرتی ہے۔ مالکی، حنبلی فقہاء کے علاوہ امام اوزاعی، ابن شہاب زہری، امام ابواللیث اور امام شافعیؒ کے متروک قول کے تحت قتل عمد کی صورت میں قسامت قصاص کو واجب کرتی ہے (۵۵)۔ اس کے برعکس حنفی فقہاء اور امام شافعی کے متداول قول کے تحت قسامت دیت کا موجب ہے قطع نظر اس سے کہ مدعیان خون نے عمد یا شبہ عمد یا خطا کا مقدمہ درج کیا ہو، یہ امام حسن بصری امام شعبی کی بھی رائے ہے (۵۶)۔

اول الذکر فریق کے پاس مضبوط دلائل میں سے پہلی دلیل وہ روایت ہے جسے امام مسلم اور امام نسائی نے سلیمان بن یسار سے نقل کیا ہے: إن القسامة كانت فی الجاهلية واقرها النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۵۷)۔

ترجمہ: قسامت کا طریقہ کار عہد جاہلیت میں رائج تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔

اسی روایت کو امام بیہقی نے زیادہ وضاحت کے ساتھ سلیمان بن یسار سے نقل کیا ہے کہ:
أن القسامة كانت فی الجاهلية قسامة الدم فأقرها رسول بما كانت عليه (۵۸)۔

ترجمہ: عہد جاہلیت میں قسامت کا طریقہ کار قتل کے مقدمات میں رائج تھا بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی حیثیت سے برقرار رکھا۔

ان کے پاس دوسری دلیل عبداللہ بن سہل کے مقدمہ قسامت سے متعلق وہ روایت ہے جو حماد بن زید، عبداللہ بن عبدالرحمن اور یحییٰ بن اَبی حشمہ سے نقل ہوتی ہوئی آئی ہے: تینوں طرق سے روایت شدہ الفاظ اس کے یکساں مفہوم پر دلالت کرتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن سہل کے ورثاء سے فرمایا تھا کہ تم میں سے پچاس آدمی اگر قسم کھائیں تو خون کے حقدار بن سکتے ہو۔ جبکہ دیگر طرق میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ قسم کی صورت میں ہم قاتل کو تمہارے سپرد کریں گے (۵۹)۔ تیسری دلیل انہوں نے انصار کے مقدمہ قسامت میں تعامل صحابہؓ اور بعد ازاں عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک بن مروان کے عدالتی فیصلوں کی صورت میں دی ہے جہاں قسامت کے مقدمہ میں قصاص کو لاگو کیا گیا تھا(۶۰)۔

حنفی فقہاء کے پاس پہلی دلیل تو مذکورہ بالا سہل بن اَبی حشمہ کی روایت ہے۔ کہ واقعاتی طور پر اس مقدمہ میں دیت ادا کی گئی تھی۔ دوسری انہوں نے زیاد بن اَبی مریم کی روایت سے بھی استدلال کیا ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے قسامت کے مقدمہ میں مدعی کو فرمایا کہ مدعا علیھم سے پچاس افراد قسم کے لئے منتخب کرو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے حق میں صرف یہی کافی گردانا گیا ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تمھیں بطور دیت سو 100 اونٹ ملیں گے (۶۱)۔

اسقاط قصاص کے حوالے سے جہاں تک حنفی فقہاء کی طرف سے پیش کردہ پہلی دلیل کا تعلق ہے: اس سے خود جمہور فقہاء وجوب قصاص پر استدلال کر چکے ہیں: کہ وہاں پر اگر مدعیان خون بار حلف کے عمل سے گزرتے یا مدعا علیھم حلف سے گریز کرتے تو قصاص ہی واجب ہوتی: مذکورہ روایت کے متعدد طرق اپنے الفاظ کے تبائن کے باوجود اس نکتے پر متفق ہیں کہ عبداللہ بن سہل کے ورثاء نے خود بھی بار حلف سے انکار کیا اور مدعا علیھم کے قسم کا اعتبار بھی نہیں کیا لہٰذا نبی کریم ﷺ نے مقدمہ میں دیت کا حکم دیا۔ دوسری روایت جو امام کاسانی نے پیش کی ہے، زیاد بن اَبی مریم کی ہے۔ واضح رہے کہ زیاد بن اَبی مریم صغار تابعین میں سے ہیں اور اس کی روایت بہ

سبب اسقاطِ صحابی مرسل ہے۔ جبکہ مراسیل تابعین سے اس صورت میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ جب یہ متصل السند روایات کے ساتھ ٹکراتی ہوں(۶۲)۔ مزید براں مذکورہ روایت کی واقعاتی صورت بھی محقق نہیں کہ مدعی پچاس آدمی پیش کرسکا یا نہیں نیز مذکورہ روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے صرف مدعا علیہ کی پچاس قسموں کو اپنے حق میں ناکافی سمجھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے لئے سو اونٹ ہیں اس سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ مذکورہ مدعا علیھم نے اگر قسم پر آمادگی ظاہر کی تو تمھیں بطور دیت سو اونٹ ملیں گے۔ (بالفاظِ دیگر گریزِ حلف کی صورت میں ان سے قصاص لیا جائے گا) حنفی فقہاء کی رائے ایک اور فنی پیچیدگی کو جنم دیتی ہے۔ وہ یہ کہ خود ان کے نزدیک ضابطۂ قسامت میں بارحلف دلیل نفی ہے۔ جس کا قانونی تقاضا یہی ہے کہ گریزِ حلف کی صورت میں قصاص نافذ ہو اب اگر گریز حلف کی صورت میں بھی دیت لاگو ہو اور آمادگی حلف کی صورت میں بھی، تو پھر قسامت کی مشروعیت کا مفہوم کیا رہا؟۔ یہ تو مدعی کی طرف سے ایک سادہ دعویٰ کی شکل میں بھی ممکن تھا۔ اس کے برعکس ضابطۂ قسامت کا مفہوم قسم کی اہمیت اور اس کے مرکزی کردار پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا تقاضا یہی ہے کہ اسے اگر حسب جمہور مدعا علیہ کے خلاف بطور ذریعہ اثبات یا بطور بینہ مان کر مدعیان خون کے ذمے واجب قرار دیا جائے، تو مدعیان خون کی طرف سے قسم پر آمادگی کے نتیجے میں قصاص واجب ہو بشرطیکہ لوث بھی ان کی تائید کرتی ہو۔ اور اگر مدعیان خون قسم سے گریز کرتے ہوں تو حسب روایاتِ بالا اسے مدعی علیھم کی طرف لوٹایا جائے تو مدعا علیھم کی طرف سے گریز حلف کی صورت میں ان کے خلاف قصاص اور آمادگی حلف کی صورت میں دیت واجب ہو۔ مؤخرالذکر صورت میں اس وقت بھی لاگو ہوگی جب حسب موقف احناف قسم کو دلیل نفی مان کر مدعا علیہ سے اس کا آغاز کیا جاتا ہو۔

ضابطۂ قسامت میں قصاص کے تصور اور وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ عام قتل خطا میں بھی ہم جب قصاص کے بجائے دیت کا حکم دیتے ہیں تو اس کا لازمی مطلب یہی ہے کہ ہم نے

پہلے سے قصاص کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قتل کے واقعاتی پہلو اور قانونی تقاضوں کے عدم تکمیل کے موجب وہ متحرک نہیں رہا۔

شارع سے یہ بات مخفی نہیں تھی کہ ہر مجرم قانونی پیچیدگیوں اور قانونی اعذار کو ارتکاب جرم کے لئے بطور وسیلہ استعمال کرتا ہے۔ اور Safe Side تلاش کرتا ہے۔ مجرم اس بات سے آگاہ ہیں کہ عدم بینہ کی صورت میں قانون ان کے خلاف متحرک نہیں ہوسکتا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ قصاص کوئی ایسی سزا ہے جس کا نفاذ بڑی شرائط اور قطعی دلائل کا متقاضی ہے۔ لہٰذا ہم اگر پوری احتیاط سے قتل کا ارتکاب کریں اور ویرانوں میں لاشوں کا ڈھیر لگا کر قتل کی تمام مادی نشانیوں کو ختم کریں تو واقعات مقدمہ کا ہر شبہ ہمیں ہی سہارا دے گا۔ لہٰذا شارع نے عام ضابطۂ فوجداری اور فوجداریت کے لئے عام ذرائع اثبات سے ہٹ کر ضابطۂ قسامت کو مشروع کیا اور قتل سے متعلق قرائن کو قسم کے ساتھ منسلک کر کے بینہ کا قائم مقام قرار دیا تاکہ مجرم دیت کی بجائے قصاص کا تصور ذہن میں رکھ کر ایک دفاعی پوزیشن پر رہے۔ بجائے اس کے کہ وہ قانون کی منہ میں لگام ڈال کر اس پر سواری کریں۔

رہا یہ سوال کہ بعد از حلف دیت کیوں برقرار رہی۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ضابطۂ قسامت عام ضابطہ ہائے دعاوی سے مستثنیٰ ایک مخصوص ضابطہ ہے۔ یہاں اس ضابطۂ دیوانی کا اطلاق نہیں کیا جاتا جس کے تحت بعد از حلف مدعا علیہ دعویٰ سے کلیۃً بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں سامنے ایک انسانی لاش پڑی ہے اس لاش سے متعلق اگر مدعی کے دعویٰ کو رد بھی کیا جائے اور مدعا علیھم کی قسم کو تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہتا ہے۔ کہ یہ لاش یہاں سے کیوں برآمد ہوئی ہے؟ اس سوال کو ختم کرنے کے لئے دیت کو برقرار رکھا گیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ضابطہ قسامت کے تحت بعد از حلف مدعا علیھم سے دیت کی وصولی کا حکم دیا۔ تو انہوں نے استفسار کیا۔ کہ ہمیں قسموں سے بھی دوچار ہونا پڑا اور مال سے بھی ہاتھ دھونے پڑے۔ خلیفہ نے جواب دیا: حقنت أیمانکم دمائکم ولا یبطل دم لرجل مسلم۔ یعنی تمھاری قسموں نے

تو صرف تمھاری جانیں بچائیں جبکہ کسی مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا(۶۳)۔اس سے پہلے نبی کریم ﷺ نے بنوخزاعہ سے بعداز حلف دیت کو وصول کیا تھا(۶۴)۔

بہرحال اسلامی قانونِ فوجداری کا چودہ سو سالہ ضابطۂ قسامت عہد حاضر میں اندھے قتل کا سراغ لگانے کا ایک مؤثر ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے تنقیحی مراحل سے گزار کر ضابطۂ فوجداری کا لازمی حصہ بنایا جائے، تو اندھے قتل کی تفتیش کا دروازہ بند نہیں ہوگا۔اور یوں قصاص یا دیت کی صورت میں انسانی خون کے تحفظ اور عدم ضیاع کو یقینی بنایا جائے گا۔

حوالہ جات

۱۔ ابن رشد، محمد بن احمد (م۵۹۵ھ) بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، بیروت، ۱۴۱۶ھ، ۲:۴۲۵

۲۔ ابن قدامہ، (م۶۳۰ھ) موفق الدین المغنی والشرح الکبیر، طبع مصر ۱۳۸۹ھ، ۱۰:۹

۳۔ الکاسانی، ابوبکر بن مسعود (م۵۸۷ھ) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کراچی ۱۴۰۰ھ، ۷:۲۹۱

۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ) الجامع الصحیح البخاری، طبع بیروت ۱۴۰۲ھ، کتاب القسامۃ

۵۔ Abdur Rahim, Quranic Laws of Crimes, Law book Publications, Lahaore. P.16

۶۔ شوکانی، محمد بن علی (م۱۲۵۵ھ) نیل الاوطار من احادیث سید الاخیار، بیروت ۱۹۷۳، کتاب القسامۃ

۷۔ الجامع الصحیح، مذکور

۸۔ محمد الزرقانی، شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک، قاہرہ ۱۳۷۳ھ، ۸:۵۹

۱۸الف: البیہقی، احمد بن حسین (م ۴۵۸ھ) السنن الکبریٰ، دکن (سطن) کتاب القسامۃ

۹۔ الجامع الصحیح، مذکور

۱۰۔ محمد اسماعیل البسیط، القسامۃ فی الفقہ الاسلامی، بیروت ۱۴۰۱ھ، ص ۸۵

۱۱۔ الجامع الصحیح، مذکور

۱۲۔ احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) مسند احمد حنبل، دار الفکر: (سطن) ۴:۲

۱۳: البیہقی، مذکور، کتاب القسامۃ

۱۴۔ مذکور

۱۵۔ مذکور

۱۶۔ مذکور

۱۷۔ اسماعیل البسیط، مذکور، ص ۸۸

۱۸۔ مالک بن انس (الام، م ۱۷۹ھ) الموطاء، دار الفکر ۱۷۹ء کتاب القسامۃ

۱۹۔ اسماعیل البسیط، مذکور، ص ۹۰

۲۰۔ الکاسانی، مذکور ۷:۲۸۹ و مابعد

۲۱۔ الجامع الصحیح، مذکور، کتاب الشہادات

۲۲۔ ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید (م ۲۷۳ھ) سنن ابن ماجہ، دار أحیا التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۰، کتاب الأحکام۔

۲۳۔ القسامۃ، مذکور ص ۱۱۰

۲۴۔ الجامع الصحیح، مذکور، کتاب الدیات

۲۵۔ مذکور

۲۶۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث (م ۲۷۵ھ) سنن أبی داؤد، دار الفکر، بیروت ۱۴۰۲ھ، کتاب الدیات۔

۲۷۔ ابن ھمام، ابو بکر الرزاق (م ۲۱۱ ھ) المصنف، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۳ھ، باب القسامۃ

۲۸۔ مذکور

۲۹۔ البیہقی، مذکور، کتاب القسامۃ

۳۰۔ دار قطنی، علی بن عمر (م ۳۸۵ھ) سنن الدار قطنی، قاہرہ ۱۳۸۶ھ، کتاب القسامۃ

۳۱۔ الجامع الصحیح، مذکور، کتاب القسامۃ۔

۳۲۔ آثارِ قتل کے حوالے سے جمہور کی آراء اختلاف الفاظ کے باوجود ایک ہی مفہوم کو برآمد کرتی ہیں: مندرجہ ذیل دو مصادر میں مسئلہ سے متعلق نسبتاً زیادہ تفصیل موجود ہے۔

— السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سھیل (م ۴۹۰ھ) المبسوط، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ، ۲۶:۱۱۷

— الشافعی، محمد بن ادریس (م ۲۰۴ھ) الأم، بیروت ۱۳۹۳ھ، ۵:۵۶۱

۳۳۔ الکاسانی، مذکور، ۷:۲۸۸، الشافعی، مذکور ۵:۹۱

۳۴۔ النفراوی، احمد غنیم (م ۱۱۲۵ھ) فواکہ الدوانی علی بن القیروانی، قاہرہ، ۱۳۵۵ھ-۲:۱۹۶

۳۵۔ الدسوقی، شمس الدین محمد عرفہ (م (۲۳۰ ھ) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر، قاہرہ ۴:۲۹۲، الشافعی مذکور، ۵:۹۰

۳۵الف: الموسوعۃ الفقھیۃ، طبع کویت بذیل ''لوث''

۳۶۔ الزرقانی، مذکور ۸:۵۴

۳۷۔ واضح رہے کہ فقہاء کے ہاں بھی مدعا علیہ کا جائے واردات کے قریب ہونا شرط ہے۔ چنانچہ مالکی فقہاء نے دور افتادہ اور غیر ملکیتی صحرا سے لاش کی برآمدگی کی صورت میں کہا ہے کہ بایں صورت اقرب المواضع قسم کا پابند ہو ہوگا۔ الدسوقی، مذکور

۳۷الف: المصنف، مذکور باب القسامۃ

۳۸۔ ابن عابدین ، احمد عبدالغنی (م ۱۳۰۷ ھ) ردالمختار علی درالمختار ، مطبعة الأمیر ، مصر (سطن) ۵:۳۰۴ ،ابن حزم، ابو محمد علی بن حزم (م ۴۵۶ ھ) المحلی بالآثار ، دارالکتب، بیروت ۱۴۰۸ھ، کتاب القسامة

۳۹۔ الزرقانی، مذکورا:۵۰

۴۰۔ الخرشی، ابوعبداللہ محمد الخرشی (م۱۱۰۱ھ) شرح الخرشی علی مختصر الخلیل ، المطبعة الامیریہ، ۸:۵۰

۴۱۔ الخطیب محمد شربینی ، (م ۹۷۷ ھ) مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنہاج ، بیروت (سطن) ۴:۱۱۱

۴۲۔ الزرقانی مذکور ، ۸:۵۰ ، المغنی ، مذکور ۱۰:۴ ، الرملی ، احمد بن حمزہ (م ۱۰۰۴ ھ) دار إحیا التراث العربی، (سطن) نہایة المحتاج الی شرح المنہاج، ۷:۳۶۸

۴۳۔ الخطیب ، مذکور

۴۴۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ (م ۲۷۹ھ) سنن الترمذی، دارالفکر ۱۹۷۴م ۔ الحبس فی التهمة۔

۴۵۔ ابن حزم، مذکور، کتاب القسامة

۴۶۔ عودہ، عبدالقادر، التشریع الجنائی الاسلامی مقارناً بالقانون الوضعی، قاہرہ (سطن) بذیل مادہ ۴۶۱

۴۷۔ الدسوقی، مذکور، ۴:۲۹۸

۴۸۔ الشافعی، مذکور، ۶:۹۸، الکاسانی، مذکور، ۷:۲۸۸، المغنی والشرح الکبیر، ۱۰:۳۱

۴۹۔ الموسوعة الفقهية ، مذکور، بذیل "قسامة"

۵۰۔ الکاسانی، مذکور، ۷:۲۹۴، البہوتی، منصور بن یونس، (م ۱۰۵۱ھ) کشاف القناع عن متن الاقناع، طبع مکة المکرمة ۱۳۹۴ھ، ۶:۷۲، المغنی والشرح الکبیر، مذکور، ۱۰:۲۵

۵۱۔ الرملی، مذکور، ۷: ۳۷۹

۵۲۔ الدسوقی، مذکور، ۴: ۲۹۳

۵۳۔ عودہ، مذکور، ۱: ۵۷۵

۵۴۔ مذکور

۵۵۔ مالک بن انس، مذکور، المدونة الکبریٰ، بہ روایت سحنون بن سعید التنوخی، بیروت ۱۳۹۸ھ ۶: ۴۱۶، الرملی، مذکور، ۷: ۳۷۶

۵۶۔ الکاسانی، مذکور، ۷: ۲۴۹

۵۷۔ نیشاپوری، مسلم بن حجاج (الامام، م ۲۶۱ھ) صحیح الامام مسلم، لاہور ۱۹۸۱ء کتاب القسامة، نسائی، احمد بن شعیب (الامام۔م ۳۰۳ھ) لاہور ۱۹۸۵، کتاب القسامة

۵۸۔ البیہقی، مذکور، کتاب القسامة

۵۹۔ مسند احمد بن حنبل، مذکور ۴: ۲

۶۰۔ البیہقی، مذکور، کتاب القسامة

۶۱۔ الکاسانی، مذکور، ۷: ۲۹۴

۶۲۔ اسماعیل بسیط، ص ۱۱۸

۶۳۔ البیہقی، مذکور، کتاب القسامة

۶۴۔ اسماعیل بسیط، ص ۱۵۴